Lesson 5: Hud (Ayaat 102- 123): Day 19

سُوۡرَۃُ هُود کی تفسیر

ایسے لوگ جو دنیا میں اللہ کو فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ سمجھ کر اللہ کی بات مان لیتے ہیں، اُنکو وہاں کیا دیا جائے گا؟

وَاَمَّا الَّذِيۡنَ سُعِدُوۡا فَفِى الۡجَـنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ‌ؕ عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ ﴿۱۰۸﴾

رہے وہ لوگ جو نیک بخت نکلیں گے، تو وہ جنت میں جائیں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، الا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے ایسی بخشش ان کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو گا۔

تقابل کر کے دیکھ لیجیے۔ پیچھے جہنم کی آیت تھی بات ختم کر دی۔ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۔ جتنی دیر آسمان و زمین رہیں گے اُس کے بعد بات ختم۔ کس نے کتنی دیر جہنم میں رہنا ہے یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ دو ٹوک بات کر دی لیکن جنت کی بات میں اللہ کا انداز دیکھیے۔ پہلی بات تو وَاَمَّا الَّذِيۡنَ سُعِدُوۡا فَفِى الۡجَـنَّةِ۔ سادی سی بات ہے کہ جنت میں رہیں گے۔ اللہ اُنکو لے جائے گا۔ کب تک رہیں گے تو بالکل وہی تفسیر جو مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ کی جہنم کے تناظر میں ہو گئی۔

بات واضع ہو گئی۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ‌ؕ، مگر جو آپ کا رَب چاہے، اسکا کیا مطلب ہے۔ جب تک آپ کا رَب چاہے اور کیا یہاں 'مَا'، 'مَن' کے معنوں میں ہے۔ تو سمجھ لیجیے، اگلے لفظ نے بات کو واضع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی جنت میں جانے کے بعد کوئی جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔ یہاں ایک جملہ لکھ لیجیے۔

عقیدہ بالکل واضع ہونا چاہیئے۔ جہنم میں داخل کیے جانے کے بعد بہت سارے لوگ اُس میں سے نکال

لیئے جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ معروف روایت بھی آپکو یاد ہو گی کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا اُسکو نکال لیا جائے گا۔ اور اسکا اُلٹ بھی کہا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر کبر ہو گا اُسکو جنت نہیں ملے گی۔ جہنم سے نکالے جائیں گے لیکن جنت کے معاملے میں اللہ کا قانون فرق ہے۔ یہ اُسکی رحمت ہے۔ ایک بار کسی آنکھ نے جنت کی کوئی نعمت دیکھ لی، وہاں داخل ہو گیا عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ۔ پھر وہ بخشش کبھی ختم نہیں ہو گی۔

کچھ لوگوں نے نیکیاں کی ہوتی ہیں تو گناہ بھی کیئے ہوتے ہیں۔ دُنیا میں تو یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔ لیکن کچھ کے معاملے اللہ جہنم میں ڈال کے سزا کو پورا کر کے پھر جنت میں ڈال دیں گے۔ یہ قانون تو سمجھ آ گیا۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ اللہ گناہ گار مومن کو پہلے جنت میں ڈالتے پھر فرشتوں سے کہتے کہ اب اسے اُس جہنم میں ڈال دو جہاں اسے ڈالنا تھا۔ اللہ کے لیئے تو کچھ بھی مشکل نہیں لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کی فطرت سے واقف ہے۔ ہمارے ہاں ایک محاورہ بھی بولا جاتا ہے کہ فقیری کے بعد شاہی گوارہ ہو جاتی ہے لیکن شاہی کے بعد فقیری نہیں برداشت ہوتی۔ غربت کے دن دیکھے ہوں اور پھر آسودگی ملے تو خوشی ہوتی ہے۔ شکر بھی نکلتا ہے لیکن شاہی کے بعد فقیری ملے یا اچھے دنوں کے بعد بُرے دن ملیں تو کیا ہوتا ہے۔ اسکو دولت سے بھی دیکھ لیں، محبتوں میں دیکھ لیں کہ اگر کسی کو شادی کے شروع کے دنوں میں محبت نہ ملی پھر آہستہ آہستہ شوہر کو احساس ہوا کہ آپ اچھی ہیں اور اب وہ آپ سے محبت کرنے لگے تو آپ پچھلا سب بھول جائیں گی اور اگر شادی کے شروع کے دنوں میں تو میاں جی بڑی محبت کرتے تھے پھر آہستہ آہستہ آپ سے دل بھر گیا تو آپ پہ

کیا گزرے گی۔ اللہ نے پہلے دُکھ دے دیا پھر جب ایک دفعہ جنت مل گئی تو اب وہاں سے نہیں نکالے جائیں گے۔

عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ اس کی بہت سی تفسیریں کی گئیں۔ اُن سب میں سے صحیح بات یہی ہے جو ابھی ہم نے پڑھی کہ جنت وہ عطا ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گی۔ مَجۡذُوۡذ کا لفظ جُزّ سے ہے۔ ج، ز، ز۔ جزز عربی زبان میں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ جڑ سے کاٹنا۔ غَيۡرَ مَجۡذُوۡذ کے لفظ کا اُردو میں بہت خوبصورت ترجمہ ہے "لازوال"۔ ایسی چیز جسکو زوال ہی نہیں ہے۔ ایک دفعہ کسی آنکھ نے جنت دیکھ لی تو پھر کبھی ختم نہیں ہو گی۔ جنت ابدی ہے تو جہنم بھی ابدی ہے۔ بعض نے پچھلی آیت کے ساتھ اسکا موازنہ کر کے یہ رائے دے دی کہ جنت تو ابدی ہے تو جہنم ابدی نہیں ہے۔ ایک وقت آئے گا، چاہے وہ کتنی ہی دیر کے بعد آئے تو جہنم ختم ہو جائے گی۔ پھر اسکے بعد سب کو جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ لیکن یہ عقیدہ قرآن وسُنت سے ٹکراتا ہے۔ اس لیئے ایسی باتوں پہ خاموشی بہتر ہے کہ یہ غائب کے معالے ہیں۔ تو کیا پتہ چلا کہ جنت اور جہنم دونوں موجود ہیں۔

غَيۡرَ مَجۡذُوۡذ کو اُردو میں ایک اور لفظ سے سمجھ سکتے ہیں غَيۡرَ مقتو کبھی نہ ختم ہونے والی عطا۔ مارکیٹنگ کی زُبان میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ کبھی نہ رُکنے والی ڈلیوری۔ جنت میں کبھی بھی کچھ بھی ختم نہیں ہو گا۔ روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ جنت کے درختوں پر جو پھل لٹک رہے ہیں اُن پر چھلکا نہیں ہے۔ ایک شخص بیٹھا سوچ رہا ہے کہ اس درخت کا پھل کھاؤں۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا ہو گا تو اُس درخت کی ٹہنی اُسکے منہ کو آ کے لگے گی اور وہ جتنا پھل کھانا چاہے گا کھا لے گا۔ جب اُسکا پیٹ بھر جائے گا تو وہ ڈالی واپس اپنی جگہ پہ چلی جائے گی اور جتنا پھل اُس سے کھایا گیا تھا واپس اُگ جائے گا۔ یہ ہے غَيۡرَ

مَجْذُوْذ۔ کچھ نے تو دنیا کو ہی جنت بنایا ہوا ہے۔ فریج سے کبھی کچھ ختم نہیں ہونے دیتے۔ ذرا کچھ ختم ہوا تو خود بھی بھاگ رہے ہیں میاں کو بھی بھگایا ہوا ہے کہ کچھ کم کیوں ہو گیا۔ کبھی چیزوں کو ختم ہونے دیا کریں۔ ایک دن فاقوں کا بھی رکھیں، ایک دن بچے، کھچے کا بھی رکھیں کہ کہیں دنیا ہی نہ جنت بن جائے۔ وہاں کی نعمتیں ہمیشہ کی ہیں۔ تو کیا ایسی جنت کو پانے کے لیئے ہم ختم ہو جانے والے کام کریں۔ اب یہ بہت اہم نقطہ ہے کہ غَيْرَ مَجْذُوْذ عطا کو پانے کے لیئے ہے تو عمل کون سے کرنے پڑیں گے ؟

چار دن کی نیکیاں اور پھر ختم، چار دن کا جوش اور جذبہ پھر ختم، چار دن قرآن کی تعلیم اور پھر ختم۔ ہر ایک خود سے پوچھے کہ میرا جوش ختم تو نہیں ہو گیا۔ کہیں میرا شوق ختم تو نہیں ہو گیا۔ کیا میری کمٹمنٹ ختم تو نہیں ہو گئی۔ ہم خود سے سب سے اچھا حساب لے سکتے ہیں۔ دوسرے تو کاغذوں میں لکھتے ہیں، ہم خود تو دلوں پہ لکھتے ہیں۔ کیوں کہ جتنے شوق اور جذبے سے کام کرتے رہیں گے اُتنا ہی اللہ آپکو جنت میں نہ ختم ہونے والی نعمتیں عطا کرتا رہے گا۔ بُخاری اور مسلم کی روایت ہے "کہ موت کو چتکبرے (آدھا کالا اور آدھا سفید) مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور اس کو ذبحہ کیا جائے گا۔ پھر فرما دیا جائے گا کہ اہلِ جنت تم ہمیشہ رہو گے اور موت نہیں ہے۔ اور جہنم والو تمہاری لیئے ہمیشگی ہے اور موت نہیں ہے"۔ اُس وقت کیا ہو گا۔ اور کہتے ہیں کہ اگر اُس وقت کوئی زندہ ہوتا تو جہنمی غم سے مر جاتے اور جنتی خوشی سے جاتے۔ جب سب کو موت آ جائے گی تو ملک الموت جنکو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ کام دیا ہوا ہے، اللہ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ نے میرے ذمہ جو کام لگایا تھا میں نے وہ کر دیا۔ کیا؟ کہ اب دنیا میں کوئی ذی روح باقی نہیں رہا۔ صرف انسان نہیں ہر ذی روح، جس میں بھی جان ہے حتیٰ کہ اُس میں فرشتے بھی آتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ کے عرش کو اُٹھانے

والے چار اور اُس دن جو آٹھ فرشتے ہونگے اُنکو بھی موت آئے گی۔ اور اُس وقت وہ عرش کو ایک خاص جگہ پر چند لمحوں کے لیئے ٹکا دیں گے۔ یہ کیسے ہو گا؟

اللہ بہتر جانتا ہے۔ یہ آخرت کے معاملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہیں گے سب کو موت آگئی۔ ملک الموت کہیں گے 'جی' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب اپنی بھی جان لیجیئے۔ کیوں کہ کُلُ نَفس ذائقۃ الموت۔ تو فرشتوں کو بھی موت آنی ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکو سُن کے ملک الموت اتنی زور کی چیخ ماریں گے کہ اگر کوئی زندہ ہوتا تو وہ اُس چیخ سے مر جاتا۔ کیوں کہ اُنہیں موت کی سختیوں کا پتہ تھا۔ ہم کس بھول میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم سب اس دنیا میں چار دن کے لیئے آئے ہیں اور یہ چار دن ہی ہم سے نہیں سنبھل رہے۔ ہمارے کام دیکھ لیجیئے کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ تو یہ وہ نہ ختم ہونے والا پیغام جو اللہ اپنے نبی ﷺ کو دے رہا تھا۔ اس میں تھکن نہیں ہوتی، یہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اس لیئے اب اگلی آیتوں میں آپ دیکھیں گے کہ خطاب کا رُخ نبی کریمؐ کی طرف ہے۔ اور نبی کریمؐ کو تسلیاں دینے کے ناطے سے خوبصورت ترین آیتیں ہیں۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ۔ ﴿١٠٩﴾

پس اے نبیؐ، تو ان معبودوں کی طرف سے کسی شک میں نہ رہ جن کی یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں یہ تو (بس لکیر کے فقیر بنے ہوئے) اُسی طرح پوجا پاٹ کیے جا رہے ہیں جس طرح پہلے ان کے باپ دادا کرتے تھے، اور ہم اِن کا حصہ اِنہیں بھرپور دیں گے بغیر اس کے کہ اس میں کچھ کاٹ کسر ہو ۔

یعنی آپ یہ نہ سوچیں کہ یہ مشرک جو بُتوں کی پوجا کر رہے ہیں تو ٹھیک ہی کر رہے ہوں گے۔ یہ تو لکیر کے فقیر ہیں۔ اگر انہوں نے توحید نہیں سیکھی تو شرک بھی نہیں سیکھا۔ اگر انہوں نے اللہ کا حق نہیں دیا تو بتوں کا حق بھی نہیں دیا۔ بُتوں کو بھی یہ کچھ سمجھ کے نہیں پوج رہے بلکہ یہ سب کچھ اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید میں کر رہے ہیں۔

حقیقت ہے کہ آج بھی دنیا میں جتنا شرک ہے اُس میں زیادہ تر شرک تقلیدی شرک ہے۔ جیسے آج بہت سارے مسلمان تقلیدی مسلمان بن چکے ہیں، رسمی، رواجی مسلمان۔ اسی طرح بہت سارے مشرک اور کافر بھی تقلیدی کافر ہیں۔ وقت اور معاشرے نے انکو مشرک بنا دیا۔ اللہ کہہ رہے ہیں کہ آپؐ فکر نہ کریں ہم انکو پکڑیں گے۔ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ ۔ شدت دیکھیئے۔ اِنَّا میں ن کے اوپر شَد ہے پھر لَمُوَفُّوْهُمْ میں ل شدت کی ہے۔ پھر فُّو کے ف پہ شَد یہ بھی شدت کی ہے۔ کتنی تاکیدیں جمع ہو گئیں۔ و، اِنَّا، لَ، ف کے اوپر شد اور آگے لفظ ھُم۔ اسکی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ایسے بھی کہا جا سکتا تھا "اور بے شک ہم دینے والے ہیں ان کو سزا" ھُم نہ بھی کہا جاتا لیکن پھر ھُم کہا گیا۔ یہ بالکل ایسے ہے کہ ایک ماں کہے کہ میں ابھی تمھاری خبر لیتی ہوں۔ تو چار تاکیدوں کے بعد اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ اہم البتہ انہیں دیں گے انکا حصہ۔ 'نصیب' مخصوص حصے کو کہتے ہیں۔ گڑا ہوا۔ ہمارا نصیب بھی گڑا ہوا ہے۔ اُردو میں کہتے ہیں کہ جھنڈا نصب کر دیا۔ کہ آج انہیں پورے حصے دیں گے۔ دنیا میں جو انکے گناہوں کی سزا ملتی تھی وہ تو بہت ہلکی پھلکی تھی۔ اور کیسا غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۔ بغیر کچھ کمی کیئے ہوئے۔ بغیر کسی نقص کے۔ جنت کے لیئے اس کے اُلٹ اوپر ایک لفظ گزرا غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۔ وہاں لازوال نعمتیں ہیں اور یہاں غَيْرَ مَنْقُوْصٍ، ان کی سزا میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ پکڑ پکڑ کے ماریں گے اور گن گن کے

بدلے دیں گے۔ان کی سرکشیوں کو، انکی بغاوتوں کو، انکی نفس پرستیوں کو، اناء پرستیوں کو آج گنیں گے۔کیوں کہ قرآن میں پہلے بھی آچکا ہے وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾۔

جس طرح اللہ نے گِن گِن کے نیکیوں کے بدلے دینے ہیں اسی طرح گِن گِن کے گناہوں کے بدلے بھی دینے ہیں۔ہم سوچتے ہیں جو گناہ ہم بھول گئے اللہ بھی بھول گیا۔آپ نے کسی کو اُدھار پیسے دیئے۔کہیں لکھ کے رکھ لیا کہ اتنے پیسے فلاں شخص سے لینے ہیں۔اب کچھ عرصہ بعد وہ شخص آپ کے پیسوں کی ایک بڑی رقم واپس کر گیا۔آپ بھول گئے کہ آپ نے اُسے کتنی رقم دی تھی۔وہ پرچہ جس پہ لکھا تھا وہ بھی کہیں رَکھ کے بھول گئے۔اب کچھ عرصہ بعد دوبارہ وہ بندہ آپ کی باقی ماندہ رقم دینے آیا اور کہا کہ کیا کوئی اور پیسے رہتے ہیں۔آپ کہہ دیتی ہیں کہ نہیں میرا خیال ہے تمام رقم ادا ہو چکی۔کچھ عرصہ بعد صفائی کرتے ہوئے آپ کو وہ پرچہ جس پر حساب لکھا تھا مل گیا۔اُس کے مطابق ابھی کچھ رقم ادا کرنا باقی ہے۔تو کیا آپ اُس پرچے کو جُھٹلا سکیں گے۔

بالکل اسی طرح ہمارا ہر عمل ریکارڈ ہو رہا ہے۔قیامت کے دن ہر انسان کا نامۂ اعمال اُسکی گردن میں لٹک رہا ہو گا۔آگے سورۃ بنی اسرائیل کے شروع میں ہی ہم یہ پڑھنے والے ہیں۔اللہ سب کچھ لکھوا رہے ہیں۔قیامت کے دن نکالیں گے کتاب کی صورت میں جو نشر کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ پڑھو اپنی کتاب کو۔آج کے دن تم اپنا حساب لینے کے لیئے خود کافی ہو۔

غَيْرَ مَنْقُوصٍ۔میری مستیاں، اگر ہیں تو اللہ اُسکے بھی پورے پورے بدلے دے گا۔ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے معاملے میں، نیکیوں کے معاملے میں، اللہ کی راہ میں قربانیاں کرنے کے معاملے میں اللہ کی یاداشت بڑی تیز ہو۔گِن گِن کے دے بلکہ بے حساب سے اور جب بات گناہوں

کہ ہو تو ہم کہتے ہیں اللہ over look کر دے، بھول ہی جائے۔ فرشتے تو یاد ہی نہ رکھیں کوئی بات۔ تو کہا غَيْرَ مَنْقُوْصٍ۔ نقص ڈالے بغیر ہم تم کو دیں گے۔ اتنا کڑا حساب ہے!

ایک بہت خوبصورت حدیث۔ ایک دفعہ آپؐ نے ابوذر غفاری سے کہا کہ اے ابوذر خفاری کمر کو باندھ لو کیوں کہ سفر بہت گہرا ہے۔ آگے جا کے ریفرنس کے ساتھ اس کو سُناوں گی۔ کہا کشتی مضبوط کر لو سمندر بہت گہرا ہے۔ اپنا محاسبہ کر لو کیوں کہ حساب لینے والی ذات بڑی باریک بین ہے۔ وہ ہمارے اعمال کی بڑی گہری صفائی کرے گا۔ ایسے ہی نہیں ان آیتوں نے اللہ کے نبیؐ کو بوڑھا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی توجہ اس طرف کرتے ہیں کہ اپنی فکر کرو۔ تمہارے غلط کام اور تمہاری چیزیں جب تمہیں دکھائی جائیں گی تو اُس دن یہ نہ کہنا کہ ہمیں تو پتہ ہی نہ چلا۔ آگے حضرت موسیٰؑ کی تھوڑی سا بات کر دی۔ اسکی وجہ آگے جا کے بیان ہو گی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿١١٠﴾

ہم اس سے پہلے موسیٰؑ کو بھی کتاب دے چکے ہیں اور اس کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا تھا (جس طرح آج اِس کتاب کے بارے میں کیا جارہا ہے جو تمہیں دی گئی ہے) اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ کر دی گئی ہوتی تو اِن اختلاف کرنے والوں کے درمیان کبھی کا فیصلہ چکا دیا گیا ہوتا یہ واقعہ ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف سے شک اور خلجان میں پڑے ہوئے ہیں۔

کتابوں میں اختلاف کب ہوتا ہے؟ جب کچھ لوگ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔

اختلاف کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں مان لو، عمل کر لو اور کچھ نہیں مانتے۔

جب قوم کے لوگ دین کی باتوں یا کتابوں کو کچھ تو مان لیتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے تو دوسرے غیر مسلمان اُنہیں حیران ہو کے دیکھتے ہیں کہ کون سچا ہے کون جھوٹا ہے۔ ایک ننگے سر پھر رہا ہے اور کہتا ہے اللہ غفورالرحیم ہے اور دوسرا سر سے پاوں تک خود کو چھُپائے ہوئے ہے۔ وہ کہتا ہے کس کو مانوں، کس کو نہ مانوں۔ اختلاف کب ہوتا ہے جب ہر سُننے والا بات کو اپنی مرضی سے سُن رہا ہوتا ہے۔ یہ حکم میرے لیئے نہیں ہے بلکہ دوسروں کے لیئے ہے۔ پھر اسی طرح ہر سُننے والا اپنی رائے قائم کرتا ہے۔ کچھ لوگ سُن کے کہتے ہیں ٹھیک ہے عقل کو پیچھے ڈال دو۔ میں نے یہ اصول اپنانا ہے۔ کچھ کو اُس وقت تاویلیں سوجھ رہی ہوتی ہیں کہ میرے لیئے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ اُنکی ایک رائے قائم ہو جاتی ہے۔ کسی کی بات جب کوئی سنجیدگی سے سُنتا ہے تو اُس پہ اُن کی رائے بھی مضبوط ہوتی ہے۔ جب لوگ نیک نیتی سے بات سُنتے ہیں تو عمل کی بھی توفیق ملتی ہے۔ لیکن اگر کوئی بدنیتی سے سُنے، دل میں کدورت رکھ کے سُنے کہ یہ بڑی مُصیبت ہے اتنا سخت حکم آگیا ہے تو ایسی منفی سوچ رکھنے والے دین کے اندر اختلاف کرتے ہیں۔ نبیوں کے سامنے بھی ایسا ہوا۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ فَاخْتُلِفَ فِيهِ سے مُراد اُنکا غیر سنجیدہ ہونا ہے۔ اور وہ غیر سنجیدہ ہو گئے۔ اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگوں کی رائے فرق ہوتی ہے۔ اختلافات میں کون سی چیز لوگوں کو جوڑتی ہے۔ آج صرف ایک پہ ہی بات کریں گے۔ آج صرف اتنی بات سمجھ لیں کیوں کہ اُمت کی بات آرہی ہے؛ "مقصد کی یکسانیت"۔ جب لوگوں کا مقصد ایک ہوتا ہے تو وہ جُڑے رہتے ہیں۔ رائے میں اختلاف ہو گا، عمل میں اختلاف ہو گا، کوالٹی میں فرق ہو گا، غلطیاں بھی ہوں گی لیکن لوگ جُڑے رہیں گے۔

کیوں کہ مقصد ایک ہے۔ بندۂ مومن کا گول کیا ہوتا ہے کہ میں نے جہنم سے بچ کے جنت میں جانا ہے، نہ صرف خود بچنا ہے دوسروں کو بھی لے کے جانا ہے۔ لوگ جب یہ گول لے کے کتابیں سُنتے ہیں تو جُڑے رہتے ہیں۔ سب سیکھنے کے مقصد میں بیٹھتے ہیں تو اتحاد ہوتا ہے۔ اپنی اصلاح اور دوسروں کی مدد جب یہ گول لے کے چلیں تو تعلق جُڑتے ہیں۔ ساتھیوں کے ساتھیوں سے، طالب علموں کے طالب علموں کے ساتھ، اُستادوں کے شاگردوں سے، شاگردوں کے اُستادوں سے۔ حُسنِ زن رہتا ہے، ورنہ تو لوگ اُستادوں پہ بھی بدگمان ہونے لگتے ہیں۔ اور آپس میں ساتھوں کے ساتھ تو بہت ہوتا ہے۔ جب لوگ اعتراض کی نظر سے سُنتے ہیں تو کیڑے نکالتے ہیں۔

تو نقصان کیا ہوتا ہے فَاخْتُلِفَ فِيهِ۔ یہی اُس دَور میں ہوا اور یہی آج ہو رہا ہے۔ آج اُمت کے بڑے سے چھوٹے لیول پر کر لیجیئے یہی ہوتا ہے۔ اسے گھریلو زندگی سے سمجھیئے۔ میاں بیوی میں لاکھ اختلاف ہوں لیکن نبھتی جاتی ہے وجہ کیا ہے "بچے"۔ انسان بچوں کی خاطر سمجھوتہ کرتا رہتا ہے۔ اور شوہر بیوی کے کتنے جھگڑے بلآخر بچوں پہ آ کے ختم ہو جاتے ہیں۔ تو 'بچہ' ایک common cause ہے۔ یہ شوہر بیوی کو جوڑ دیتا ہے۔ بچہ کی جگہ لکھ لیں "اپنی اصلاح اور اُمت کا مقصد" تو پھر کبھی اختلاف نہیں ہو گا۔ کبھی انسان پاوں نہیں پٹخے گا۔ نبیوں کی دعوت میں اختلاف ہو گیا تو آج کیوں نہیں ہو گا۔ ہر دَور میں لوگ اختلاف کریں گے۔

اگر کسی ایک دین دار سے کوئی بات سُن لیں تو دوسرے دین والے سے آ کے اُسے کنفرم کریں گے۔ کیا اس لیئے ایسا کرتے ہیں کہ مان جائیں۔ نہیں ماننے کے لیئے نہیں کرتے بلکہ اس لیئے کہ اچھا اب ہم کوئی اور چار باتیں اُس بندے کے خلاف کریں۔ آج اُمت گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ تو کیا یہ

بھی فَاخْتُلِفَ فِيهِ ہے۔جی ہاں سو فیصد یہی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں بھی اختلافِ رائے تھا۔ قرآن میں سورۃ انفال میں پڑھ چُکے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عُمر فاروقؓ کی رائے میں کتنا اختلاف ہوتا تھا۔ مزاج کا فرق، شخصیت کا فرق۔ آپ تفسیر ابنِ عباس دیکھ لیں اُس میں جو رائے ہوتی ہے وہ تفسیر ابنِ مسعود میں نہیں ہوتی۔ اختلاف ہوتا ہے۔ لیکن اتنے اختلافات کے باوجود صحابہ ایک کیوں تھے۔ نبی کریمؐ کی زندگی میں ہی گروہ بازی کیوں نہیں ہوئی۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا نا کہ آپؐ کی زندگی میں ایک ابو بکر کے نام کا ایک فرقہ آجاتا ابو بکری فرقہ، عُمری فرقہ، عثمانی فرقہ، نہیں آیا۔ وجہ کیا ہے؟ صحابہ میں اختلافِ رائے تو تھا لیکن اُنکی عقیدت کا مرکز محمد ﷺ تھے، اللہ کا دین تھا۔ جب اللہ کے نبی کی بات سامنے آجاتی تو وہ سارے اختلافات واپس لے لیتے تھے۔ دلیل آجاتی تھی۔ بیسیوں مثالیں ہیں۔ جب لوگ نبیؐ کی بات کو سُن کے اپنی بات کو نیچے کر لیتے تھے تو اختلاف ختم ہو جاتا تھا۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کا معاملہ دیکھ لیجیئے۔ حضرت ابو بکرؓ کی رائے کیا تھی کہ انکو چھوڑ دیا جائے۔ ان سے فدیہ لے کے اسلام کو فائدہ دیا جائے۔ حضرت عُمرؓ کی رائے بالکل مختلف تھی کہ نہیں انہیں قتل کیا جائے تا کہ فتنہ ختم ہو۔ یہ دونوں رائے دے کے چلے گئے۔

نبی کریمؐ کا اپنا میلان بھی حضرت ابو بکرؓ کی رائے کے ساتھ تھا۔ حضرت عُمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ تھوڑے عرصے بعد میں وہاں سے گزرا تو دیکھا نبی کریمؐ بھی رو رہے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ بھی رو رہے ہیں۔ اُنکو دیکھ کر میں بھی رونے لگا۔ پوچھا اللہ کے نبی مجھے بھی بتائیں کیا ہوا۔ تو کہا کہ وہی آیت نازل ہو گئی جو پیچھے پڑھ چُکے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ کر دی گئی ہوتی تو اِن اختلاف کرنے والوں کے درمیان کبھی کا فیصلہ چکا دیا گیا ہوتا)۔ یعنی

حضرت عُمر کی رائے سچ تھی۔ نبی کریمؐ ور حضرت ابو بکرؓ کی رائے دبی ہوئی تھی۔ تو قرآن نے فیصلہ کر دیا۔ جب صحیح حق کی بات سامنے آجاتی تھی تو لوگ رُکتے تھے۔ آج اُمت میں اختلاف کیوں ہوا، ہماری عقیدتوں کے مرکز بدل گئے۔ کہنے کو الحمدُللہ، اللہ اور رسول سے محبت ہے لیکن کسی کو عقیدت امام ابو حنیفہ سے ہوگئ اور کسی کو امام شافی سے تو کسی کو امام مالک سے اور کسی کو امام احمد بن حمبل سے ہو گئ۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اگر اسکو سمجھ لیں تو بات کافی واضع ہو جاتی ہے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۔

اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ کر دی گئی ہوتی تو اِن اختلاف کرنے والوں کے درمیان کبھی کا فیصلہ چکا دیا گیا ہوتا یہ واقعہ ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف سے شک اور خلجان میں پڑے ہوئے ہیں۔

سورۃ شعراء میں یہ بات بڑی تفصیل کے ساتھ پڑھیں گے کہ ہر رسول کی اُمت اپنی الہامی کتاب کی وارث ہوتی ہے لیکن جب اُمت پر زوال آتا ہے تو اپنی کتاب کے معاملے میں بھی شکوک وشبہات کو شکار ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے کہ نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بات نبیؐ کو کیوں سمجھائی اور یہ ایک آیت حضرت موسیٰؑ کے لیئے کیوں آئی کیوں کہ

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ۔ اللہ کے نبی کے ساتھ کچھ اسی طرح کے حالات چل رہے تھے کہ لوگ آپؐ کی دعوت پہ مسلسل شک پیدا کر رہے تھے۔ مُرِيبٍ کُلک پیدا کرنے والا شک۔ اللہ تعالیٰ کا ایک فیصلہ ہے اور وہ کیا کہ ہر انسان کو اختیار دیا ہوا ہے۔

یہ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ کیا بات ہے؟ وہ یہ ہے کہ ہر بندے کو اللہ نے چوائس دی ہے کہ حق کو سیکھے یا نہ سیکھے، عمل اچھا کرے یا بُرا کرے لیکن بلآخر لَقُضِيَ بَيۡنَهُمۡ، آخر میں اُن کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ لھٰذا شک کی بات کر کے اللہ اپنے نبیؐ کو کہہ رہے ہیں کہ آپؐ ان کو چھوڑ دیں۔ یہ بات کو مخالف رُخ سے دیکھ رہے ہیں۔ اسلیئے انکو آپؐ کے دین میں شک نظر آتا ہے۔

اسکو ایک مثال سے سمجھیئے۔ آپ رات کو گاڑی چلا رہے ہوں تو ہیڈ لائٹس جلاتے ہیں۔ یہ لائٹس آپکو راستہ دیکھنے میں مدد دیتی ہیں لیکن مخالف سمت سے آنے والے کو آپکی گاڑی کی لائٹس تنگ کریں گی، اُسکی آنکھیں چُندھیا جائیں گی۔ وہی روشنی جو آپکو راستہ دکھا رہی ہے، مخالف سے آنے والے کو تنگ کر رہی ہے۔ بالکل اسی طرح جب دینِ اسلام کی گاڑی میں بیٹھ کے آپ دینِ اسلام کے احکامات کو دیکھتے ہیں تو یہ آپکو گائیڈ کرتا ہے اور جب آپ اس کو اُلٹی سائڈ سے دیکھتے ہیں تو یہ شک پیدا کرتا ہے۔ آج اسلام اور نبیؐ کی دعوت پہ جو انسانیت کو شک دیا جارہا ہے وہ بھی یہی ہے۔ اسلام کے خلاف باتیں کی جاتی ہیں کیوں کہ اُن کے پاس خود علم نہیں ہے۔